ملک احمد خان یوسف زئی: جدید پختونخوا کا بانی

ڈاکٹر حمایت اللہ یعقوبی*

ارشد محمد یوسف زئی**

Abstract

This article is related to the establishment of political power of Pakhtuns under Malak Ahmad Khan Yusufzai in the Sixteenth century in the area which is nowadays called Khyber Pakhtunkhwa. The theme of the article is much important because it traces the establishment of a political machinery for the first time in a Pakhtun dominated region. In fact, for his outstanding leadership qualities, Malak Ahmad Khan is regarded as the founder of modern Khyber Pakhtunkhwa. The paper focuses on the relationship of the Mughal and Pakhtuns and also of the various political powers existed in the region at that time. An attempt has been made to provide a detailed account that how and under what circumstances, a modern, comprehensive and workable administrative structure was founded by Malak Ahmad Khan Yusufzai. This aspect has never been investigated, hence the present article would reconstruct and explore various dynamics which existed in the region at the time of Yusufzai's settlement.

---

* ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیقِ تاریخ و ثقافت، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد

** لیکچرر، تاریخ، گورنمنٹ ڈگری کالج، زیدہ صوابی

برصغیر پاک و ہند میں پختونوں کا خطہ ہمیشہ ہی سے ایک ممتاز مقام رکھتا ہے۔ جغرافیائی اور دفاعی حوالے سے جنوبی ایشیاء کا شمال مغربی سرحدی علاقہ تاریخ کے ہر دور میں ایک اہم کردار کا حامل رہا ہے۔ اس علاقے کی حیثیت پوری دنیا بطورِ خاص وسطی ایشیائی چینی اور پاک و ہند کی تہذیبوں کیلئے ایک سنگم (Meeting Point) کی سی ہے۔ پاکستان اور افغانستان کی بین الاقوامی سرحد جس کو ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں، سے شروع ہو کر دریائے سندھ تک کا علاقہ پختونخوا کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ پختونوں نے اس علاقے میں اپنے لیے ایک الگ ریاستی ڈھانچے کی بنیاد ملک احمد خان یوسف زی کی قیادت میں سولہویں صدی کے اوائل میں رکھی تھی۔ اس لیے ملک احمد خان کو بجا طور پر پختونخوا کا بانی کہا جاتا ہے۔ ان کی سیاسی بصیرت، بلند پایہ منصوبہ سازی اور جنگی صلاحیتوں نے اس وقت کے تقریباً تمام منتشر پختون قبائل کو یک جا کر کے پختونخوا کی بنیاد رکھی۔

تاریخ کے ہر دور میں اس خطہ کی حیثیت جداگانہ رہی ہے۔ ہزاروں سال سے یہ خطہ مختلف پختون قبائل کا مسکن رہا ہے۔ مغل حکمران ظہیرالدین بابر کے ہندوستان پر قبضہ جمانے سے پہلے یہاں پر دلزاک، گجر، دہقان اور سواتی لوگ آباد تھے۔ پندرھویں صدی کے دوسرے نصف میں یہ خطہ کابل کے مغل حکمران مرزا الغ بیگ کے زیر اثر تھا لیکن عملی طور پر اس کے پختون قبائل آزاد حیثیت سے زندگی گزارتے تھے، کیونکہ کابل، غزنی، قندھار، وادی پشاور اورسوات میں جتنے بھی قبائل آباد تھے وہ اپنے سخت گیر قبائلی نظام میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتے تھے۔ 'پختون ولی' ان قبائل کے مابین باضابطہ طور پر زندگی گزارنے کا ایک مروّجہ متفقہ اور آئینی طریقہ تھا جس کو آج تک پختون ایک ضابطہ حیات کے طور پر قبول کرتے ہیں۔ وہ کسی بھی طرح اپنی آزاد زندگی پر آنچ نہیں آنے دیتے تھے۔ اس وقت پختون مختلف قبائل مثلاً یوسف زئی، گگیانی، محمد زے، خلیل، مہمند، بنگش، آفریدی، جدون وغیرہ میں بٹے ہوئے تھے۔ قبیلے کے لوگ جرگے کے ذریعے اپنے اپنے سرداروں کا انتخاب کرتے تھے جو بیک وقت ایک سردار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی رہنما، فوجی سپہ سالار اور قائد بھی ہوتا تھا۔

زیر نظر مضمون میں ہمارا موضوع سولہویں صدی میں پختونوں کے نامور سردار ملک احمد خان اور ان کی سرابراہی میں پختونخوا کا قیام ہے۔ تاریخی طور پر یوسف زئی وہ قبیلہ ہے جس نے پختونوں کی سیاسی وحدت اور حب الوطنی کا پرچار سب سے پہلے شروع کیا۔ ابتداء میں یہ قبیلہ افغانستان میں آباد تھا اور اپنے اندرونی اتفاق، مستحکم فوجی قوت اور معاشی خوشحالی کے باعث ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔

ملک احمد خان کا تعلق یوسف زئی قبیلے سے تھا جس کے متعلق بہت سے مورخین کا خیال ہے کہ یہ لوگ ابتدا سے ہی کوہِ ہندوکش کے ساتھ آباد تھے۔ تاریخی دستاویزات میں ان کو ''پکٹیان'' (Paktiyan) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیلی نظریہ کے ماننے والے مورخین کے خیال میں یہ لوگ پھر فلسطین سے آنے والے لوگوں سے مل گئے جو بعد میں غور کے پہاڑی علاقوں میں مقیم ہو گئے۔ ان مصنفین کے خیال میں باجوڑ اور کنڑ میں اسپاسی(Aspassii) نامی جو قوم بیان کی جاتی ہے اس کا نام تبدیل ہو کر ''ایسپ'' بن گیا۔ پختون اپنے روزمرہ بول چال میں اکثر ''یوسف'' کو ''ایسپ'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ اکثر یہ لفظ کبھی یوسف زئی اور کبھی ایسپ زئی کے تلفظ میں ادا ہو جاتا ہے۔[۱]

پختون شجروں میں قبیلہ یوسف زئی کے بانی یوسف کو قیس عبدالرشید کے بیٹے سڑابن کی اولاد میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں کو تاریخی شجروں میں سڑبنی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آگے چل کر سڑبنی پختون دو گروہوں شیخئ اور غوری میں تقسیم ہو گئے۔ شیخئ کی اولاد میں مشہور قبائل یوسف زئی، گگیانی، ترکلانڑی اور کچھ دوسرے غیر معروف قبائل شامل ہیں۔ بعد میں یوسف زئی دو شاخوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک یوسف کہلانے لگا اور دوسرا مندنڑ۔ یوسف چونکہ عمر میں بڑا تھا اور زیادہ سیاسی اثر و رسوخ رکھتا تھا اور مندنڑ کیلئے باپ کی حیثیت رکھتا تھا، اسی وجہ سے اس کی اولاد بھی یوسف کے نام سے یوسف زئی پکاری جانے لگی۔

پندرہویں صدی عیسوی کے آخری عشرہ میں جب پختون قبائل مرزا الغ بیگ کی غارت گری سے تنگ آ کر افغانستان سے وادی پشاور میں ہجرت کر رہے تھے تو ان کی

قیادت ملک احمد خان مندنڑ کر رہے تھے۔ پہلے پہل مندنڑ کی اولاد نے دیر، باجوڑ، سوات اور مالاکنڈ میں رہائش اختیار کی اور یوسف کی اولاد نے میدانی علاقوں مردان اور صوابی میں ڈیرے جمائے۔ بعد میں شیخ ملی کے بندوبست کی وجہ سے زمینوں پر کے تبادلے کئے گئے تو مندنڑ کی اولاد پہاڑی علاقوں سے نکل کر میدانی علاقوں کی طرف کوچ کر آئے اور یوسف قبائل اس علاقے کو خالی کر کے سوات، دیر اور بونیر کے علاقوں میں آباد ہو گئے۔[۲]

ایک اور روایت کے مطابق پانچویں صدی قبل مسیح میں قبیلہ یوسف زئی کے آبا و اجداد موجودہ وادی پشاور میں (گندھارا) میں آباد تھے۔ اسی دوران گندھارا پر مختلف تاتاری اقوام نے حملے شروع کئے جس کے نتیجے میں یہ لوگ بحیثیت قوم نقل مکانی کرتے ہوئے پہلے بلوچستان اور پھر افغانستان میں آباد ہو گئے۔ تیرھویں صدی کے اواخر اور چودھویں صدی کے اوائل تک یہ قبیلہ دشت لوط کے قریب گارا اور نوشکی کے علاقوں میں مقیم رہا، پھر وہاں سے کابل، غزنی اور موجودہ افغانستان کے دوسرے شہروں میں آباد ہو گیا۔ بعض مورخین کے خیال میں یہ لوگ کسی وقت خراسان کے علاقے غورہ مرغان میں بود و باش اختیار کئے ہوئے تھے۔ ایک مشہور انگریز سیاح سرہنری مک موھن(Sir Henry McMahon) جب خراسان میں سفر کرتے ہوئے گستوئی نامی مقام تک پہنچا تو اس کا گزر ایک ایسی بڑی اوروسیع اراضی سے ہوا جس کے چاروں طرف دیواروں کے نشانات موجود تھے۔ مقامی آبادی سے پوچھنے پر ان کو بتایا گیا کہ کسی زمانے میں یوسف زئی قبیلہ یہاں آباد تھا۔[۳]

یوسف زئی پھر پندرھویں صدی عیسوی میں مرزا الغ بیگ کے قتل عام کی وجہ سے دوبارہ اپنے پرانے علاقے گندھارا (موجودہ وادی پشاور) میں جا کر آباد ہو گئے۔ اس علاقے کو پختونوں کی تاریخ میں مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ گندھارا کو آریانہ (افغانستان) کی نسبت بہت زیادہ شہرت ملی۔ گندھارا تہذیب کے دور سے لے کر آج تک اس علاقے نے خوب ترقی کی اور بڑے بڑے مدبر سیاستدان، حکمران، علماء اور محققین پیدا کئے۔ سنسکرت کا سب سے پہلا ماہر پنینی اسی علاقے (صوابی) میں پیدا ہوا۔ بدھ مت، ہندومت اور اسلامی ادوار میں یہ علاقہ زبردست اہمیت کا حامل رہا ہے۔ پختون قوم کے

عظیم ہیرو، مدبر، حکمران، لکھاری اور فنکار اسی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں چیدہ چیدہ نام بہلول لودھی، شیر شاہ سوری، ملک احمد خان، خوشحال خان خٹک، ملک شیخ ملی، رحمان بابا، گجو خان، بایزید انصاری اور عبدالغفار خان وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

پندرھویں صدی عیسوی میں جب دہلی پر لودھی افغانوں کی حکمرانی تھی تو اس نے قبیلہ یوسف زئی سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد کی درخواست کی تھی۔ انہی دنوں مرزا الغ بیگ ماوراالنہر(Transoxiana) سے شکستہ خوردہ حالت میں کابل آیا ہوا تھا۔ اس وقت کابل میں ملک سلیمان شاہ بن ملک تاج الدین یوسف زئی سے ان کا تعلق پیدا ہوا اور اسی وجہ سے رفتہ رفتہ یوسف زئی اور مغل ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور دونوں کے درمیان اعتماد کی فضاء پیدا ہو گئی۔ ملک سلیمان شاہ نے مرزا الغ بیگ کی پرورش اپنے بیٹوں جیسی کی تھی۔[۴] جب مرزا الغ بیگ کی پرورش ملک سلیمان شاہ کر رہا تھا تو ایک دن مرزا الغ بیگ ملک سلیمان شاہ کے زانو پر بیٹھا تھا کہ اسی دوران میں شیخ عثمانؒ جو کہ ایک صاحب کشف انسان تھے، کا وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے ملک سلیمان شاہ کو مرزا الغ بیگ کے بارے میں خبردار کیا کہ یہ بچہ ایک دن آپ کو قتل کرے گا۔ لیکن شیخ عثمانؒ کی باتوں کو ملک صاحب نے اتنی اہمیت نہ دی اور کہا کہ یہ ایک تیموری شہزادہ ہے اور جب بادشاہ بنے گا تو سلطنت میں یوسف زئی جاہ و حشمت کے مالک بن جائیں گے۔ لیکن انسان قدرت کے ارادوں کو کہاں بھانپ سکتا ہے؟ پندرھویں صدی کے اواخر میں ملک سلیمان شاہ اور مرزا الغ بیگ کے تعلقات اتنے خراب ہو گئے کہ حالات جنگ و جدل تک پہنچ گئے۔ ایک دفعہ یوسف زئی قبیلہ مرزا الغ بیگ اور گگیانی کی متحدہ فوج کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس فوجی شکست کے بعد کابل کا مغل بادشاہ اپنی کمزور سیاسی اور فوجی حالت کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ میدان میں یوسف زئیوں کو ہرانا مشکل ہے تو اس نے دوسری حکمت عملی اختیار کی اور اس نے یوسف لکھا:

> ''میں نے آپ کے کردہ و ناکردہ اور دانستہ و غیر دانستہ تمام گناہوں کو اپنے خلوص و صفائے قلب سے معاف کر دیا۔ پس آپ لوگ آئیں اور صلح و آشتی سے یگانگت کے تعلقات کو ایک دوسرے کے ساتھ پھر سے مستحکم کر دیں اور جس طرح پہلے اخلاص و محبت

سے باہم زندگی بسر کرتے تھے اسی طرح پھر زندگی گزاریں۔''۵

چند دنوں بعد مرزا الغ بیگ نے دوسری بار اپنی عذرخواہی پیش کی اور یوسف زئی سرداروں کو شاہی ضیافت اور اعلیٰ خلعتیں دینے کا فیصلہ کیا۔ یوسف زئی سرداروں نے دربار میں حاضری کا فیصلہ کیا۔وہ کسی بھی طریقے سے پختونوں کی طاقت ختم کرنا چاہتا تھا۔ کابل میں یوسف زئیوں کی سیاسی طاقت ان کی حکومت کو سب سے بڑا خطرہ تھا جس کی سربراہی ملک سلیمان شاہ کر رہا تھا۔ مرزا کسی بھی قیمت پر اس قوت کی بیخ کنی کے درپے تھا۔ آخر کار وہ اپنی چال میں کامیاب ہو گیا۔ صلح کی خبر پہنچتے ہی ان کے پرزور اصرار پر یہ لوگ اس بات پر راضی ہو گئے کہ کابل جا کر مغل حکمران کے محل میں حاضر ہو جائیں۔ جب یوسف زئی سردار تقریباً سات سو کی تعداد میں کابل پہنچ گئے تو مرزا کے آدمیوں نے روایات کے مطابق باہر ہی اسلحہ چھوڑنے کو کہا۔ لہٰذا یوسف زئی سرداروں نے اسلحہ وہیں چھوڑا اور شہر میں داخل ہو گئے۔۶

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پختون اپنی روایات کی پاسداری کرتے ہوئے جب کبھی کسی کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں تو پھر اس پر مکمل طور پر یقین اور اعتماد کرتے ہیں اور پختون ولی کی یہ روایت بہت دفعہ ان کے وقتی زوال کا سبب بھی بنی ہے۔ سیاسی معاملات اور بادشاہوں کے ساتھ تعلقات میں خطرناک اور مخصوص حالات میں اخلاقیات کی توقع رکھنا اور پختون ولی کے کچھ مخصوص تقاضوں کو نبھانا بے معنی بلکہ کسی حد تک بے وقوفی معلوم ہوتی ہے۔ محل کے اندر جا کر مخصوص اور خطرناک قسم کے مناظر دیکھ کر بعض سرداروں کے خیال میں یہ بات بھی آئی تھی کہ اسلحہ چھوڑنا ٹھیک نہیں تھا، لیکن دوستی میں شک و شبہ کرنا پختون قوم کے اصولوں کے منافی تھا۔ اور انہوں نے بلا چوں و چرا اسلحہ مرزا کے آدمیوں کے حوالہ کر دیا۔ لہٰذا اب کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں تھا۔۷ مرزا نے سارے ملک صاحبان پر شفقت فرمائی اور محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے تمام امراء کو حکم دیا کہ یوسف زئی سردار مغلوں کے ہاں مہمان ہو گئے ہیں اور پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت تمام یوسف زئی سرداروں جن میں ملک سلیمان شاہ، ملک مداد خان اور ملک سلطان شاہ قابل ذکر ہیں کو، سوائے ملک احمد کے، دھوکے سے شہید کر دیا۔

ملک احمد خان یوسف زئی اور ہجرت پشاور

پختونوں کا قومی لیڈر اور حکمران ملک احمد خان یوسف زئی وہ پہلا سیاسی رہنما تھا جس نے پختونوں کیلئے ایک علیحدہ سیاسی اور انتظامی ڈھانچے کی بنیاد رکھی۔ بعض روایات کے مطابق ملک احمد کی پیدائش ۱۴۷۰ء میں قندھار (موجودہ افغانستان) میں ہوئی۔ وہ ملک سلیمان شاہ کا بھتیجا تھا۔۸ اور یوسف زئی مندنڑ کی ذیلی شاخ رزڑ ملک زے سے تعلق رکھتا تھا۔ پختون شجروں میں ان کو ملک سلطان شاہ کا بیٹا ظاہر کیا گیا ہے لیکن اخون درویزہ لکھتے ہیں کہ وہ اس کا بھتیجا تھا۔۹

مرزا الغ بیگ نے جس وقت یوسف زئی سرداروں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس دوران ملک سلیمان شاہ نے مرزا سے درخواست کی کہ میرے برادر زادہ ملک احمد خان کی جان بخشی کرتے ہوئے اسے رہا کر دیا جائے اور قبیلے کے باقی ماندہ لوگوں کو اجازت دی جائے کہ وہ جہاں چاہیں ہجرت کر کے کابل کی ولایت سے نکل جائیں۔ مرزا نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے دریافت کیا کہ تم اپنی سلامتی چاہتے ہو یا دوسرے سو دو سو نوجوانوں کی۔ تو اس پر ملک سلیمان شاہ نے جواب دیا کہ میں دوسروں سے ملک احمد خان کو افضل سمجھتا ہوں اور یہی چاہتا ہوں کہ دوسروں سے قبل میرا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ بہر حال مرزا نے ملک احمد خان کو چھوڑ دیا۔ جس کے فوراً بعد یوسف زئی قبیلے کے لوگوں نے ننگہار کی طرف کوچ کیا۔ ۱۰

ملک احمد خان کی بچپن کی زندگی اور ابتدائی تعلیم کے بارے میں معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ پختون روایات کے مطابق قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ابتدائی مذہبی تعلیم قندھار میں کسی مدرسے اور فن سپہ گری اور نیزہ بازی کی تربیت اپنے بزرگوں سے حاصل کی ہو گی۔ اُن کا تعلق ایک سیاسی گھرانے سے تھا۔ اسی لیے اس کا اٹھنا، بیٹھنا، اکثر بادشاہوں اور امراء کے درباروں میں ہوتا تھا۔ انہوں نے سیاست کے داؤ پیچ ملک سلیمان شاہ اور ملک سلطان شاہ سے خاص طور پر فنِ حکمرانی اور قبائلی لین دین کا ملکہ اپنے چچا سلیمان شاہ سے حاصل کیا۔ ملک احمد خان اپنے بچپن ہی سے ایک ماہر نشانہ باز، سیاسی

دانشور، مدبر اور قابل راہنما تھے۔ سیاسی سمجھ بوجھ اور قابلیت بچپن ہی سے ان کی شخصیت میں نمایاں تھی۔ اس کے علاوہ ان کو مطالعے کا بھی شوق تھا۔ پختون تاریخی روایات، فلسفہ، تاریخ، بڑے بڑے فاتحین کی سوانح، شیخ سعدی کی *گلستان* اور *بوستان* جیسی تاریخی اور نادر کتب ان کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔

کابل میں پختون سرداروں کے قتل عام کے بعد ملک احمد خان کو مکمل یقین ہو چکا تھا کہ مرزا الغ بیگ یوسف زئی اور اس کے اتحادی قبائل کو کبھی بھی سکون سے رہنے نہیں دے گا لہٰذا انہوں نے بزرگوں کے ساتھ صلاح مشورہ کے بعد کابل سے نکل جانے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے حالات کے تقاضوں کو بھانپ لیا تھا کہ ہجرت میں ہی ان کی بہتری پوشیدہ ہے کیونکہ ان کو ڈر تھا کہ اگر وہ مزید کابل میں رہتے ہیں تو ممکن ہے کہ پورا قبیلہ دوبارہ کسی بڑے خطرے سے دوچار نہ ہو جائے۔ دوسری طرف مرزا الغ بیگ کابل سے اس خطرے کو نکلتا دیکھ کر خاموش رہا اور کسی قسم کی مزاحمت کی کوشش نہیں کی۔ کابل اور گرد و نواح کے دوسرے پختون قبائل بھی اس الم ناک ہجرت کے وقت خاموش ہی رہے اور حکومت کے خلاف کوئی مزاحمت نہ کی۔ اس طرح ملک احمد خان اپنے قبیلہ کو بہ حفاظت کابل کی حدود سے باہر نکالنے میں کامیاب رہے۔

ملک احمد خان ملک سلیمان کی وصیت کے مطابق کابل چھوڑ کر اپنے لوگوں کے ساتھ پشاور میں آباد ہو گئے۔ اس ہجرت میں یوسف زئیوں کے ساتھ ساتھ ترکلانی، محمدزے، خلیل اور گدون قبائل بھی وادی پشاور میں آباد ہو گئے۔ یوسف زئی سرداروں کے قتل عام کے بعد ملک احمد کو ان تمام قبیلوں نے متفقہ طور پر اپنا سردار یا ملک منتخب کیا۔ جب ملک احمد خان پشاور پہنچا تو یہاں پر دلازاک قبیلہ پہلے سے آباد تھا۔ لہٰذا انہوں نے دلازاکوں سے درخواست کی کہ اس کو رہائش کیلئے جگہ دی جائے۔ دلازاکوں نے ان پختونوں کو پشاور کے مضافات میں جگہ دی اور رفتہ رفتہ یوسف زئی اور اتحادی قبائل تمام دوآبہ، ہشت نگر اور آس پاس کے علاقوں میں مقیم ہو گئے اور بہت جلد ملک احمد کی قیادت میں ایک مضبوط قبائلی اتحاد وجود میں آ گیا۔[11]

اس وقت موجودہ افغانستان کے بڑے بڑے شہروں میں مرزا کے کارندے موجود تھے، حالانکہ پختون قبائل بھی بڑی تعداد میں وہاں پر آباد تھے۔ لغمان میں ترکانڑی، قندھار میں غوریا خیل (خلیل، مہمند، داودزے وغیرہ) رہائش پذیر تھے۔ خیبر میں آفریدی، شینواری آباد تھے۔ دلہ زاک اور اس کے اتحادی قبائل پشاور سے دریائے سندھ تک اور مردان، باجوڑ تک پھیلے ہوئے تھے۔ سوات پر سلطان اویس حکم رانی کر رہا تھا۔ دلہ زاک سرداروں نے دوآبے کا علاقہ جس میں موجودہ مقامات، مچنی، شب قدر، مٹہ کتوزئی، آبازے، بٹگرام اور آدے زے وغیرہ شامل ہیں، ملک احمد خان کے حوالے کیے۔ مستقل سکونت کیلئے علاقہ ملنے کے بعد قبیلے کے وہ افراد جو کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے یا دوسرے مقامات کی طرف چلے گئے تھے، رفتہ رفتہ دوآبہ کی طرف آنا شروع ہو گئے۔

کابل میں چونکہ یوسف زئی کا رعب اور دبدبہ تھا اور مغل حکم ران ان کی طاقت سے خائف تھا، اس لیے اس ہجرت کے بعد وہ قبائل جو کابل میں پیچھے رہ گئے تھے ان کو مرزا نے ظلم و ستم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ بالآخر بہت سارے قبائل بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوآبہ میں یوسف زئی کے ساتھ مقیم ہو گئے۔ محمد زے، اتمان خیل، گدون، خلیل اور گگیانی وقت گزرنے کے ساتھ کابل چھوڑ کر اس طرف آنا شروع ہو گئے۔ جس کی وجہ سے دوآبہ کے آس پاس آبادی بڑھنے لگی۔ ملک احمد خان نے دلہ زاکوں سے مزید اراضی لینے کی خواہش کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں دانش کوہ، علاقہ مہمند میں دریائے امبار تک اور حتی کہ باجوڑ کا علاقہ بھی ان کو دے دیا گیا۔

ہشت نگر (چارسدہ) میں اس وقت دہقان لوگ آباد تھے جو کہ سوات کے حکمران کے زیرِ اثر تھے۔ چونکہ دہقان دلہ زاکوں کے بھی دشمن تھے اس لیے ملک احمد خان نے آسانی سے ان کو شکست دے کر پیچھے کی طرف دھکیل دیا اور خود اس علاقے پر قابض ہو گئے۔ ملاکنڈ سے مشرق اور مہمند سے مشرقی علاقوں میں اتمان خیل کو بسایا گیا۔

اسی ہجرت کو بعض مورخین نے بہت اہمیت کا حامل قرار دیا ہے کہ اگر ملک احمد پشاور کی طرف ہجرت نہ کرتے تو آج پختون دوسری قوموں سے ترقی کی راہ میں پیچھے رہ

جاتے اور پختون کی تاریخ بھی مختلف ہوتی۔ اسی ہجرت کی اہم وجہ یوسف زئی اور اس کے اتحادی قبائل کی مستقل سکونت بھی ہے، ورنہ آج زیادہ تر قبائل خانہ بدوشوں جیسی زندگی گزارتے اور شاید اسی ہجرت کی وجہ سے پشاور کی وادی میں بڑے بڑے عالم، فاضل، اساتذہ، شعراء اور ادیب پیدا ہوئے، جو کہ آج کل پختونخوا اور پختون قوم کی خدمت کر رہے ہیں۔ اسی ہجرت ہی کی وجہ سے ایک یوسف زئی سردار ملک شیخ ملی نے مفتوحہ علاقوں میں زمینوں کی تقسیم کا بندوبست کیا جسے بہت زبردست شہرت اور پذیرائی ملی۔ پختونوں میں پہلی بار ایک منظّم اتحاد قائم ہو گیا اور پختونخواہ کا قیام اس ہجرت کی وجہ سے سب سے نمایاں کامیابیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا باقاعدہ اعلان ۱۵۲۰ء میں ملک احمد خان کی قیادت میں کیا گیا اور بعد میں ریاست سوات اور ریاست دیر انہی کوششوں ہی کی کڑی ہے۔۱۲ اسی ہجرت میں ترکلانی، گدون، اتمان خیل اور ایک سال بعد محمد زئی قبیلے بھی شامل ہو گئے تھے محمد زئی قبیلہ کے لیے۔ یوسف زئی قبیلہ نے دو آبہ کا علاقہ خالی کیا اور خود مردان، صوابی اور سوات کی طرف چلے گئے۔۱۳

یوسف زئی کی ہجرت کے بعد جو پختون قبائل کابل میں رہ گئے تھے، ان کیلئے وہاں زندگی گزارنا بہت ہی مشکل ہو گیا تھا۔ مرزا الغ بیگ اپنی چال میں کامیاب رہا تھا کیونکہ یوسف زئی کے نکل جانے کے بعد جو قبائل کابل میں رہ گئے تھے، مرزا کے کارندوں نے ان کا جینا حرام کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ گگیانی جو کہ مرزا کے اتحادی اور ساز باز میں شریک تھے، بھی ان کے ظلم سے بچ نہ سکے تھے اور حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے انہوں نے بھی کابل چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ بالآخر ان کے سرداروں نے محمد زئی قبیلے کے بزرگوں سے درخواست کی کہ ملک احمد خان کو راضی کر کے ان کیلئے کسی معقول جائے رہائش کا انتظام کیا جائے۔ ملک احمد خان چونکہ اپنے وقت کا سیاسی مدبر اور قابل رہنما تھا اور اُن کی نظر مستقبل کے حالات پر لگی ہوئی تھی، اُنہیں پختون قوم میں طاقت اور یک جہتی پیدا کرنے کی فکر تھی اور ان کو ہر پختون قبیلے کی امداد کرنے میں قومیت کی طاقت نظر آ رہی تھی۔ لہٰذا دوراندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے ہر قبیلے کو کھلے دل کے ساتھ خوش آمدید کہا اور اُن کے ماضی کے

تمام گناہ معاف کر دیئے۔ کابل میں مغلوں کے ہاتھوں قتل عام کے بعد جس ملّی قوت کی ضرورت تھی وہ حاصل کرنے کیلئے انہوں نے شب و روز محنت کی۔ ان کو یقین تھا کہ یہ سب قبائل اگر آپس میں اتحاد سے رہنا شروع کر دیں تو پختون ایک دفعہ پھر مضبوط قوت کے مالک بن جائیں گے۔ اسی سوچ کو سامنے رکھتے ہوئے ملک احمد خان نے دوآبے کا زرخیز علاقہ گگیانیوں کو رہائش کیلئے دے دیا۔ اسی طرح محمد زئیوں کو آباد کرنے کیلئے یوسف زئی نے ہشت نگر کا علاقہ خالی کیا اورخود مردان اور صوابی کے علاقوں میں آباد ہو گئے۔

سوات پر یوسف زئیوں کا قبضہ

اس وقت ملک احمد خان کی نظریں سوات پر لگی ہوئی تھی، کیونکہ دفاعی اور جغرافیائی حوالے سے یہ علاقہ کافی اہمیت کا حامل تھا۔ اس سے پہلے دفاعی اور فوجی حوالے سے ملک احمد نے میدانی علاقے میں پوری پختون برادری کی پوزیشن مستحکم کر دی تھی۔ اسی دوران بہت سے دشمن قبائل کو یا تو زیر کیا یا اپنا اتحادی بنا لیا۔ سلطان اویس انہی دنوں میں سوات پر حکمرانی کر رہا تھا۔ سلطان اویس کو اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ یوسف زئی کسی بھی وقت ان کی ریاست پر حملہ کر سکتا ہے، لہٰذا اس نے ملاکنڈ کے ساتھ ساتھ درہ مورا پر اپنی چوکیاں مزید مضبوط کر لیں۔ اس طرح یوسف زئی کیلئے کسی بھی قسم کی دخل اندازی کا راستہ بند کر دیا گیا۔

ادھر ملک احمد خان نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ کسی طرح بھی سوات پر یلغار کی جائے۔ بالآخر ایک رات بڑی رازداری سے لشکر جمع کیا اور ملاکنڈ کے راستے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ صبح سویرے یوسف زئی لشکر نے اچانک ملاکنڈ پر حملہ کیا اور اپنے مخالفین کو سوتے میں جا لیا۔ سلطان اویس خود موضع تھانہ کی طرف بھاگ نکلا اور ان کی دیکھادیکھی تمام مورچے خالی ہو گئے۔ ان دنوں چونکہ ملک احمد خان کا ستارہ عروج پر تھا لہٰذا کوئی بھی ان کا مقابلہ کرنے کو تیار نہیں تھا۔ سلطان اویس نے بہت دفعہ کوشش کی کہ یوسف زئیوں سے اپنے علاقے واگزار کرائیں لیکن ہر دفعہ ان کو منہ کی کھانی پڑی۔ رفتہ رفتہ یوسف زئیوں نے تھانہ سے سوات کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔ قدیم آبادیاں جو دور دراز علاقوں میں یا پہاڑوں پر تھیں، نے بھی سرِ تسلیم خم کر کے اطاعت قبول کر لی۔

ریاست پختونخوا کی بنیاد

ان فتوحات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۵۱۵ء تک یوسف زئی ضلع مردان، صوابی، نوشہرہ، چارسدہ، سوات، دیر اور ملاکنڈ کے علاقوں پر قابض ہو چکے تھے۔ ان کی اعانت میں ہشت نگر میں محمد زئی، دوآبہ میں گگیانی، اتمان خیل، پشاور کے آس پاس اور نوشہرہ میں خویشگیوں کی آبادیاں قائم ہو چکی تھیں۔ اس کے علاوہ پشاور میں مہمند، خلیل اور داودزئی پوری طرح رہائش اختیار کر چکے تھے۔ ملک احمد خان باجوڑ سے دریائے سندھ اور پشاور سے کوہاٹ کے پہاڑوں کے ساتھ ساتھ پورے علاقے میں اپنا اقتدار قائم کر چکا تھا۔[۱۴]

سوات کے ملک اویس کو شکست دینے کے بعد تمام مخالف قبائل یوسف زئیوں کی اس بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف ہو گئے تھے، خصوصاً دلازاک قبیلہ نے بہت پہلے اس خطرہ کو بھانپ لیا تھا اور انہوں نے یوسف زئیوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں انہوں نے محمدزئی اور گگیانی قبیلے کو تنگ کرنا شروع کر دیا، کبھی ان کی فصل اور کبھی ان کے جانوروں پر حملے کرنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ اس موقع پر بھی ملک احمد خان نے کوشش کی کہ جنگ نہ ہو لیکن ان کی کوششیں ناکام ہو گئیں۔ انہوں نے دلازاک سردار زنگی خان لنگر کوٹ کو کہلا بھیجا کہ جو سازشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے ان کو بند کیا جائے۔ لیکن انہوں نے صاف کہہ دیا کہ اس علاقے میں یا تو یوسف زئی رہیں گے یا دلازاک۔ دلازاکوں کو مکمل یقین تھا کہ بابر جو کہ ملک احمد کا مخالف تھا وہ بھی اس جنگ میں ہمارا ساتھ دے گا۔ ظہیر الدین بابر انہی دنوں میں کابل پر قابض ہو چکا تھا اور باوجود اس کے کہ وہ پورے علاقے پر اپنا تسلط قائم کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا، لیکن وہ اس معاملے میں بہت دوراندیش تھا اور اس نے کبھی بھی براہ راست یوسف زئیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی حمایت نہیں کی۔

آخر کار گل بیلہ کے مقام پر محمود زئی کو شکست ہو گئی۔ ملک احمد خان کو اس کا بہت دکھ ہوا اور انہوں نے تمام یوسف زئیوں کو جنگ کے نقائص سے آگاہ کیا اور کہا کہ اگر اسی طرح تمام قبائل فرداً فرداً لڑتے رہیں گے تو بہت جلد یہ قبیلہ ختم ہو جائے گا۔ دلہ زاکوں کے ساتھ لڑائی میں پہل محمود زئی قبیلے نے کی تھی، جو کہ ایک غلط فیصلہ تھا۔ کیونکہ پورے

قبیلے کی طاقت کے بغیر دلہ زاکوں سے جنگ کرنا ان کے لیے مشکل تھا۔

اگلا معرکہ جو کہ کاٹلنگ (موضع مردان) اور شہباز گڑھی کے درمیان واقع ہے، میں ہوا، جس میں دلازاکوں کو شکست ہو گئی۔ اس جنگ کا سنہ ۱۵۲۰ء اور ۱۵۲۵ء کے درمیان بتایا جاتا ہے۔ جب شکست خوردہ دلازاک دریائے سندھ عبور کر رہے تھے تو ملک گجو خان نے اسکا تعاقب کیا۔ اس کے بعد بھی شہباز گڑھ اور شاہ منصور کے مقام پر یوسف زئی اور دلہ زاک کے لشکروں کے درمیان جنگیں ہوئیں۔ لیکن اس میں بھی یوسف زئی لشکر کا پلڑا بھاری رہا۔ وقت گزرنے کے ساتھ پورے علاقے سے مخالفین کا صفایا ہو گیا اور دریائے سندھ تک کے تمام علاقے کو دلازاکوں سے خالی کرا لیا گیا۔[۱۵] آخر کار اِن تمام کامیابیوں کے بعد ملک احمد خان نے ریاست پختونخوا کا اعلان ۱۵۲۰ء میں کیا۔ پختونوں کی سرزمین پر قائم اس پہلی ریاستی مشینری کا سربراہ ملک احمد خان اور شیخ ملی وزیر اعظم اور قاضی القفات بن گئے۔ اُس وقت یوسف زئی ریاست پختونخوا میں صوابی، مردان، ہشت نگر، نوشہرہ، موجودہ مہمند ایجنسی، پشاور، ملاکنڈ، سوات، بونیر اور باجوڑ کے علاقے شامل تھے۔ اس کے بعد ملک احمد بابا نے دیگر پختون قبائل کو ریاست پختونخوا میں آنے کی دعوت دی۔ اور یہاں آنے پر ملک احمد نے ان کو اپنی ریاست میں رہائش کے لیے زمینیں دیں۔[۱۶]

یوسف زئی سردار کا دوسرے قبائل کو ہجرت کی دعوت کے نتیجے میں غور یا خیل جس میں اہم اور بڑا قبیلہ مہمند تھا، نے بھی ہجرت کی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ خیبر پختونخوا کے بانی ملک احمد خان تھے اور اس طرح وہ ریاست پختونخوا کا پہلا حکمران بن گیا۔

یوسف زئیوں کا پہلا بندوبست

جنگ کاٹلنگ میں کامیابی کے بعد ملک احمد خان کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اب انفرادی طور پر کوئی بھی ان کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ پختون بہت سارے میدانی اور پہاڑی علاقوں میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ دوآبہ میں گگیانی آباد تھے، ہشت نگر میں محمدزئی قابض تھے، نوشہرہ کا علاقہ خویشگی قبیلے کو ملا، دیر سوات وغیرہ کے علاقوں میں مندنٹر رہائش

پذیر تھے، تو بہت سے میدانی علاقوں میں بھی یوسف زئی آباد تھے۔ بعض دفعہ یہ شکایت ہوتی تھی کہ مندنڑ نے توسوات کے ذرخیز علاقوں پر قبضہ کیا ہے جب کہ یوسف زئی کو مردان کے وہ علاقے ملے جو کہ پانی کی قلت کی وجہ سے زیادہ ذرخیز نہ تھے۔ یہ مسئلہ کتنا ہی خطرناک کیوں نہ تھا لیکن قبیلہ والوں کی دوراندیشی اور باہمی تعاون کی وجہ سے حل ہو گیا اور مندنڑ جو کہ سوات کے ذرخیز علاقوں سے مستفید ہو چکے تھے انہوں نے مردان وغیرہ کے علاقوں میں نہروں کا جال بچھا کر اسے بھی زرخیزی میں سوات کی صف میں کھڑا کر دیا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ تمام مقبوضہ علاقے مختلف اتحادی قبائل میں اس طرح تقسیم کر دیں کہ بعد میں کسی قسم کا جھگڑا پیش نہ آئے۔ اب یہ تقسیم اراضی اتنی آسان نہیں تھی۔ نہ اس وقت زمینوں کا کوئی ریکارڈ موجود تھا اور نہ کوئی ایسا پٹواری نظام تھا کہ اس مسئلے کو حل کر دیں اور تمام قبائل اس تقسیم سے مطمئن بھی ہو جائیں۔

اس وقت ملک احمد کی اس مسئلے میں سنجیدگی کی وجہ سے اسے ایک ایسا شخص مل گیا جو کہ شیخ ملی کے نام سے یاد کیاجاتا ہے۔ شیخ ملی ابن پیرک قبیلہ اکازے (مندنڑ) نے اس تقسیم کو اتنے احسن طریقے سے حل کیا کہ دوسری اقوام بعد میں بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکیں۔ شیخ ملی شروع سے ملک احمد کا رفیق خاص رہا تھا اور قبیلے کی سرداری ملک احمد کے پاس تھی تو مشیر اعلیٰ اور وزیر اعظم شیخ ملی تھا اور دونوں پختونوں کی فلاح و بہبود کیلئے مشہور ہو چکے تھے۔[۱۶] اسی تقسیم کی وجہ سے ہشت نگر، محمدزئی، گدون کو موجودہ گدون اور آمازئی کاعلاقہ، اتمان خیل کو ''ارنگ برنگ'' (باجوڑ) اور ترکلانی قبیلہ کو بھی باجوڑ میں حصہ دے دیا گیا۔ یوسف زئیوں کو صوابی، مردان، ملاکنڈ، شانگلہ، سوات، بونیر اور دیر کا کچھ حصہ مل گیا۔ مندنڑ کو بھی صوابی اور مردان میں حصہ دیا گیا۔[۱۷] اسی تقسیم کو ''دفتر شیخ ملی'' کے نام سے یاد کیاجاتا ہے۔ خوشحال خان خٹک نے اس کے بارے میں کہا ہے:

پۀ سوات کنبے دی دوه شیزه یوخفی دے بل جلی۔ مخزن د درویزۀ دے یا دفتر د شیخ ملی

ترجمہ: کہ سوات میں دو ہی چیزیں ہیں ایک عیاں دوسرا پنہاں۔ مخزن اخون درویزہؒ کا جو کہ سید علی ترمذیؒ کا شاگرد تھا اور سوات کے علاقے میں انہوں نے بایزید انصاری کی مخالفت کی تھی۔ اور دوسرا شیخ ملی کا دفتر۔[۱۸]

شیخ ملی کی تقسیم اراضی پر اگر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ نہ کوئی کئی ایکٹر کی بات تھی بلکہ یہ علاقہ مہمندوں کے پہاڑوں سے شروع ہو کر ایک طرف دوآبہ، ہشت نگر اور علاقہ مردان سے گزر کر دریائے سندھ تک کے علاقوں کو چھو رہا تھا، تو دوسری طرف مردان کے میدانی علاقوں سے اس کی سرحدیں سوات، بونیر، دیر، باجوڑ تک کو اپنی وسعت میں لیے ہوا تھا۔ آج کل بھی تقریباً وہی قبائل اسی مذکورہ علاقوں میں آباد ہیں۔[۱۹]

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پختونوں میں اکثر لڑائیاں زمین کے مسائل اور زمین کی حدود پر ہوتی ہیں، جس کو پشتو زبان میں ''پُلا'' (لکیر یا سرحد) کہتے ہیں۔ مطلب زمین کی چاروں اطراف میں حدود کا تعین۔ پندرہویں صدی عیسوی میں اس زیرک اور قابل پختون دانشور اور منتظم نے لوگوں کے جذبات کو مد نظر رکھتے ہوئے تمام قبائل کے درمیان، مُلا، سید یا میاں کے نام سیری یا بخشش کی زمین رکھی۔ اب چونکہ پختونوں میں مذکورہ بالا نام انتہائی عقیدت او احترام سے لیتے جاتے تھے اور لوگ ان کی بہت قدر کرتے تھے، لہٰذا دو قبائل کے درمیان لڑائی کو روکنے کیلئے ''سیری یا ڈھیری'' کا تعین کیا گیا کہ دونوں اطراف کے قبائل اس کی عزت کریں گے اور ایک دوسرے کی زمین پر قابض نہیں ہوں گے۔ آج کل بھی بہت ساری زمینیں انہی میاں، سید وغیرہ کی موجود ہیں اور اب تک لوگ ان کی بہت عزت کرتے ہیں۔[۲۰]

اس تقسیم اراضی کی اہمیت کااندازہ ہم اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اکبر بادشاہ کے قابل نورتن راجہ ٹوڈرمل نے بھی اسی تقسیم کو بنیاد بنا کر ہندوستان کی اراضیوں کوتقسیم کیا تھا اور بعد میں انگریزوں نے بھی اسی تقسیم کو بنیاد بنا کر ہندوستان کی اراضیوں کوتقسیم کیا تھا۔[۲۱] تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ملک احمد ایک قابل، فصیح و بلیغ مقرر تھا اور ملک احمد خان ہی وہ حکم ران تھا جس نے پختونوں کے مختلف خانہ بدوش قبائل کو اکٹھا کیا اسی وجہ سے وہ ایک مستقل سیاسی، ثقافتی، معاشی، معاشرتی اور فوجی طور پر مستحکم زمین پختونخوا کے مالک بن گئے اور اگر یہ کہا جائے کہ پختونوں کے قبائل کا اپنی سر زمین پر اگر ایک

قوم کی طرف سفر کا نقطہ آغاز تھا تو وہ قدم اور آغاز ملک احمد کے دور سے شروع ہوتا ہے، ورنہ شاید آج پختون قبائل کسی اور الغ بیگ کے غضب کا شکار ہو جاتے اور خانہ بدوشوں والی زندگی بسر کرتے۔

ملک احمد خان کی ہجرت کو تقریباً ۵۰۰ سال مکمل ہو گئے ہیں اور آج پختون قبائل اپنے اپنے علاقوں میں خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں۔[۲۱]

ملک احمد خان کا انتقال اور جمہوریت

ملک احمد خان کا انتقال ۱۵۳۰ء میں ہوا اور سوات میں تھانے کے مقام پر گل نرگس ڈھیری میں مدفون ہیں۔[۲۲] ملک احمد نے ملک گجو خان کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ وہ اُن میں وہ تمام خوبیاں دیکھ رہے تھے جو کہ ایک قابل حکم ران کیلئے لازمی اور ضروری ہوتی ہیں۔ یہاں پر بھی ملک احمد خان نے جمہوری روایات کی پاسدار ی کرتے ہوئے اپنے بیٹے، بھانجے، بھتیجے وغیرہ کا انتخاب نہیں کیا، بلکہ خالصتاً اہلیت کی بنیاد پر یوسف زئی کی ذیلی شاخ بیزاد خیل کے نوجوان ملک گجو خان بن قرہ خان کا انتخاب کیا اور ملک گجو خان نے بھی اس انتخاب پر پورا اترتے ہوئے ملک احمد خان کی ریاست پختونخوا کو وسعت دی۔[۲۳] یہاں یہ بات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کوئی خاندانی حکم رانی نہیں تھی۔ اس دور میں جمہوری روایات کی اس طرح پاسداری کی امثال بہت مشکل سے ملتی ہیں۔

حوالہ جات

۱- اللہ بخش یوسفی، *یوسف زے پٹھان*، کراچی، محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی، ۱۹۷۹، ص ۲۴۔

۲- ایضاً، ص ۲۵۔

۳- ایضاً، ص ۱۴۲۔

۴- پیر معظم شاہ، *تواریخ حافظ رحمت خان*، پشاور: پشتو اکیڈمی، یونیورسٹی آف پشاور، ۱۹۷۷ء، ص ص۷۴-۷۳۔

۵- روشن خان، *یوسف زئی قوم کی سرگزشت*، کراچی: روشن خان اینڈ کمپنی، ۱۹۸۶ء، ۲۸-۲۰۔
۶- حمایت اللہ یعقوبی، ارشد محمد، ظہیر الدین محمد بابر اور پختون قبیلہ یوسف زئی، *مجلہ تاریخ و ثقافت پاکستان*، اکتوبر ۲۰۱۴ء-مارچ ۲۰۱۵ء، ۶۳۔
۷- روشن خان، ص ص ۳۳-۳۲۔

8- Himayatullah Yaqubi, *Mughal Afghan Relations in South Asia: History and Developments* (Islamabad: NIHCR, 2015), p. 49.

۹- روشن خان، ۳۴۔
۱۰- حمایت اللہ یعقوبی، ارشد محمد، ص ۶۵۔
۱۱- حمایت اللہ یعقوبی، ارشد محمد، ص ۶۵۔
۱۲- باز محمد عابد، *اتلدن*، مشال ریڈلو (پشتو)، پشاور: عامر پرنٹ اینڈ پبلشرز، ۲۰۱۵، ص ۱۳۔
۱۳- محمد اعظم خان، *تاترہ* (پشتو) ''ملک احمد بابا'' ادارہ، پشاور: پشتو ادبی بورڈ، جنوری-جون ۲۰۱۵ء، ص ۴۷۔
۱۴- اللہ بخش یوسفی، ص ص ۱۴۵-۱۵۵۔
۱۵- باز محمد، اتلدن، ص ص ۱۵-۱۶۔
۱۶- محمد اعظم خان، تاترہ، ص ۴۶۔
۱۷- اللہ بخش یوسفی، ص ص ۱۵۷-۱۵۵۔
۱۸- محمد اعظم خان، تاترہ، ص ۴۵۔
۱۹- اللہ بخش یوسفی، ص ۱۵۷۔

20- Himayatullah Yaqubi, *Mughal Afghan Relations in South Asia: History and Developments*, p. 124.

۲۱- باز محمد، *اتلدن*، ص ۱۷۔
۲۲- ایضاً۔
۲۳- حمایت اللہ یعقوبی و ارشد محمد، ظہیر الدین محمد بابر، ص ۲۴۔